قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة الشعراء

(۱)

www.al-mawrid.org
www.javedahmedghamidi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا
مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾ اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا

۲

اللہ کے نام سے جو سراسر رحمت ہے، جس کی شفقت ابدی ہے۔

یہ سورۂ 'طٰسٓمّٓ' ہے[۸۵]۔ یہ اُس کتاب کی آیتیں ہیں جو اپنا مدعا وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے[۸۶]۔ شاید تم اِس غم میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو اِن پر آسمان

۸۵۔ یہ سورہ کا نام ہے۔ اِس کے معنی کیا ہیں؟ اِس کے متعلق ہم نے اپنا نقطۂ نظر سورۂ بقرہ (۲) کی آیت ۱ کے تحت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

۸۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی کا جو مضمون آگے آ رہا ہے، یہ اُس کی تمہید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ

خٰضِعِيْنَ ﴿٤﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ
مُعْرِضِيْنَ ﴿٥﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿٧﴾ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٩﴾

سے کوئی نشانی اتار دیں کہ اِن کی گردنیں اُس کے سامنے جھک کر رہ جائیں[۸۷]۔ (لیکن ہم سمجھا رہے ہیں اور) اِن کا حال یہ ہے کہ خداے رحمٰن کی طرف سے اِن کے پاس جو تازہ یاد دہانی بھی آتی ہے، یہ اُس سے اعراض ہی کیے رہتے ہیں۔ سو اِنھوں نے جھٹلا دیا ہے تو اُس چیز کی خبریں عنقریب (اپنی حقیقت کے ساتھ) اِن کے آگے ظاہر ہو جائیں گی جس کا یہ مذاق اڑاتے رہے ہیں[۸۸]۔ ۱-۶

(یہ نشانیوں کے منتظر ہیں)۔ کیا اِنھوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس میں ہر طرح کی کتنی نفع بخش چیزیں اگائی ہیں؟ اِس میں، یقیناً بہت بڑی نشانی ہے، لیکن اِن میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں۔ اور تیرا پروردگار، اِس میں کچھ شک نہیں کہ وہ زبردست بھی ہے اور نہایت مہربان بھی[۸۹]۔ ۷-۹

قرآن کی بات ایسی واضح اور مبرہن ہے کہ اُس کے لیے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ آپ ہی اپنی دلیل ہے۔ لٰہذا جو نشانیاں اور معجزات یہ مانگ رہے ہیں، اُن کے لیے آپ اِن کی کوئی پروا نہ کریں۔

۸۷۔ مطلب یہ ہے کہ ہم یہ بھی کر سکتے ہیں، لیکن جب ارادہ و اختیار کا امتحان مقصود ہے تو اِس کی گنجایش نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ سمجھا رہے ہیں تو آپ کو بھی اِن کے مطالبات سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

آیت میں 'خاضعة' کی جگہ 'خٰضِعِيْنَ' مضاف الیہ کی رعایت سے آگیا ہے۔ یہ عربیت کا معروف اسلوب ہے۔

۸۸۔ یعنی قرآن جو اِنھیں خبردار کرتا رہا ہے کہ اُس کی تکذیب کے نتیجے میں اِنھیں کیا نتائج بھگتنا ہوں گے۔

۸۹۔ اوپر جو بات بیان ہوئی ہے، یہ اُسی کو اپنی صفات کی روشنی میں واضح فرمایا ہے کہ خدا زبردست ہے، وہ چاہے تو اِن پر اپنا عذاب نازل کر دے، لیکن وہ رحیم و کریم بھی ہے، اِس لیے عذاب میں جلدی نہیں کرتا اور اپنے بندوں کو اُن کی سرکشی کے باوجود مہلت دیتا ہے کہ سمجھانے ہی سے سمجھ جائیں اور اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آئیں۔

وَاِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوْسٰٓی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ط
اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ ط وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ
وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی ھٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَھُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ

اِنھیں اُس وقت کا قصہ سناؤ، جب تیرے رب نے موسیٰ کو پکارا[۹۰] کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ، قوم فرعون کے پاس — کیا وہ ڈریں گے نہیں[۹۱]؟ اُس نے عرض کیا: پروردگار، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلادیں گے اور میرا حال یہ ہے کہ (اِس ذمہ داری کے احساس سے) میرا سینہ گھٹتا ہے[۹۲] اور میری زبان بھی رواں نہیں ہے[۹۳] تو آپ ہارون کی طرف رسالت بھیجیں (کہ وہ اِس کام میں میری مدد کرے[۹۴])۔ اور اُن کا ایک جرم بھی میرے اوپر ہے[۹۵]، اِس لیے ڈرتا ہوں کہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۹۰۔ دوسری جگہ وضاحت ہے کہ یہ واقعہ وادی مقدس طویٰ میں اُس وقت پیش آیا، جب موسیٰ علیہ السلام کئی برس کی جلاوطنی کے بعد مدین سے واپس آرہے تھے۔

۹۱۔ یعنی اپنے طغیان اور سرکشی میں بڑھتے ہی جائیں گے اور خدا کے قہر و غضب سے ڈریں گے نہیں؟ استاذ امام کے الفاظ میں، اِس اسلوب خطاب میں حسرت، غصہ، زجر و ملامت اور عذاب الٰہی کے قرب کی جو وعید ہے، وہ محتاج تشریح نہیں ہے۔

۹۲۔ یہ اُس اضطراب و تردد کی تعبیر ہے جو وہ ایک فرض شناس آدمی کی حیثیت سے اُس عظیم منصب کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے اپنے دل میں محسوس کر رہے تھے جو اُنھیں دیا جا رہا تھا۔

۹۳۔ یعنی میں کوئی زبان آور خطیب بھی نہیں ہوں کہ اپنی بات موثر طریقے سے مخاطبین تک پہنچا سکوں۔ یہ نہایت خاکسارانہ انداز اپنی عاجزی کا اظہار ہے۔ اِس کا کسی جسمانی نقص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۹۴۔ یہودی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام نہایت فصیح اللسان آدمی تھے۔ حضرت موسیٰ نے جس اعتماد کے ساتھ اُن کا نام لیا ہے، اُس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اپنے بھائی کو اخلاق و کردار کے لحاظ سے بھی وہ اِس منصب کا اہل سمجھتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے یہ غیر معمولی درخواست پیش کر دی۔ اُن سے پہلے کسی نبی کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ ایک دوسرے نبی کو اِس طرح اُس کا ساتھی بنا دیا گیا ہو۔

۹۵۔ اُس واقعے کی طرف اشارہ ہے جس میں ایک قبطی اُن کے ہاتھ سے نادانستہ قتل ہو گیا تھا اور اُس کے

يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ ج
قَالَ كَلَّا ج فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ
اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ لا اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾ ط قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ
فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ لا وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ

وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ ۱۰-۱۴

فرمایا: ہر گز نہیں، (وہ تمھیں قتل نہیں کر سکتے) تو اب دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، ہم تمھارے ساتھ سب سنتے رہیں گے[۹۶]۔ سو دونوں (بغیر کسی تردد کے) فرعون کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ ہم خداوند عالم کے رسول ہیں اور اِس لیے آئے ہیں کہ تم بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دو[۹۷]۔ (اُنھوں نے یہ بات فرعون سے آکر کہی تو) اُس نے کہا: کیا ہم نے تمھیں بچپن میں اپنے ہاں رکھ کر پالا نہیں تھا اور (تم وہی نہیں ہو کہ) اپنی عمر کے کئی سال تم نے ہمارے اندر بسر

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

انتقام سے بچنے کے لیے وہ ملک چھوڑ کر مدین چلے گئے تھے۔ آگے سورۂ قصص (۲۸) میں اِس کی تفصیل ہے۔

۹۶۔ یعنی سنتے اور دیکھتے رہیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اطمینان دلانے کے لیے یہ نہایت بلیغ فقرہ ہے۔ اِس کے اجمال میں جو تفصیل مضمر ہے اور اِس سے جس سطوت و جلالت اور تحفظ و ضمانت کا اظہار ہوتا ہے، وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

۹۷۔ اصل الفاظ ہیں: 'اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ'۔ 'اَنْ' سے پہلے 'ب' عربیت کے اسلوب پر حذف ہو گئی ہے۔ دعوت و انذار کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو یہ مطالبہ اِس لیے کرنے کی ہدایت فرمائی تھی کہ اِس سے اُس اسکیم کو بروے کار لانا مقصود تھا جس کے تحت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کو عالمی سطح پر ابلاغ دعوت اور اتمام حجت کے لیے منتخب کیا گیا۔ اِس اسکیم کے مطابق یہ ضروری تھا کہ اُنھیں ایک خاص علاقے میں آباد کر کے وہاں دعوت حق کا مرکز قائم کیا جائے۔ بائیبل کی کتاب خروج کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ پوری اسکیم فرعون اور اُس کے درباریوں کے سامنے واضح نہیں فرمائی، بلکہ صرف اتنا کہا کہ وہ قربانی کی عبادت کے لیے تین دن کی راہ بیابان میں جانا چاہتے ہیں، اِس لیے کہ جس چیز کی قربانی کرنا پیش نظر ہے، اُس کی قربانی اگر مصر میں کی گئی تو وہاں کے لوگ اُنھیں سنگ سار کر دیں گے۔

فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾
قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ
فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ
اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾

کیے اور پھر اپنی وہ حرکت کی جو کی[98] (اور بھاگ گئے)؟ تم بڑے ہی ناشکرے ہو[99]۔ ۱۵-۱۹

موسیٰ نے جواب دیا: میں نے یہ کیا تھا اور (مجھے اعتراف ہے کہ) اُس وقت میں چوک گیا تھا[100]۔ پھر مجھے تم لوگوں سے اندیشہ ہوا (کہ اس کی پاداش میں تم مجھے قتل کر دو گے) تو میں تم سے بھاگ گیا۔ پھر میرے پروردگار نے مجھے حکمت و دانش سے نوازا اور مجھ کو اپنے پیغمبروں میں سے (ایک پیغمبر) بنا دیا۔ اور یہ احسان ہے جو تم مجھے جتا رہے ہو کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے[101]! ۲۰-۲۲

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۹۸۔ یہ اُسی واقعۂ قتل کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔

۹۹۔ مطلب یہ ہے کہ تمھاری یہ حیثیت کہ ہمارے سامنے آکر اِس طرح کے مطالبات کرو۔ یہ انتہائی ناشکراپن ہے۔ تم ہمارے پروردہ بھی ہو اور مجرم بھی، اِس لیے ایاز قدر خود بہ شناس۔ تمھیں تو شکر گزار ہونا چاہیے کہ ہم تمھارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہے ہیں۔

۱۰۰۔ آیت میں لفظ 'ضَآلّ' ٹھیک اُس مفہوم میں آیا ہے، جس میں یہ سورۂ بقرہ (۲) کی آیت ۲۸۲ میں ہے۔

۱۰۱۔ حضرت موسیٰ نے یہ فرعون کو نہایت بلیغ جواب دیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جی ہاں، کیا کہنے ہیں اِس احسان کے، اِسی کے نتیجے میں تو آپ بنی اسرائیل سے بیگار لیتے، اُن کی پیٹھ پر تازیانے برساتے اور اُن کے بیٹوں کو قتل کرنے کے درپے رہتے ہیں تاکہ مائیں اُن کی جان بچانے کے لیے اُن کو ٹوکریوں میں رکھ کر دریا میں بہاتی رہیں اور آپ اُن کی پرورش کر کے اُن پر احسان فرمایا کریں۔

قَالَ فِرۡعَوۡنُ وَمَا رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ؕ
اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنۡ حَوۡلَهٗۤ اَلَا تَسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ
اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوۡلَكُمُ الَّذِيۡۤ اُرۡسِلَ اِلَيۡكُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ

فرعون نے کہا: اور یہ رب العٰلمین کیا ہے[102]؟ موسیٰ نے جواب دیا: زمین اور آسمانوں کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے، سب کا پروردگار، اگر تم لوگ یقین کرنے والے بنو۔ فرعون نے اپنے گردوپیش کے لوگوں سے کہا: سنتے نہیں ہو[103]؟ موسیٰ نے (اِس پر اپنی دعوت کا ایک قدم اور آگے بڑھا دیا اور) کہا: تمھارا بھی پروردگار اور تمھارے اگلے بزرگوں کا بھی پروردگار[104]۔ فرعون نے کہا: تمھارا یہ رسول، جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، بالکل ہی خبطی ہے۔ موسیٰ نے کہا: (اور

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۰۲۔ فرعون کے طعنے کا جواب حضرت موسیٰ نے ایسا مسکت دیا ہے کہ اُس کے لیے مزید کچھ کہنے کی گنجایش نہیں رہی۔ چنانچہ اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے اُس نے موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے کہ تم اپنے آپ کو رب العٰلمین کا رسول کہہ کر پیش کر رہے ہو تو ذرا بتاؤ کہ یہ رب العٰلمین کیا چیز ہے؟ یہ سوال جس ذہنی پس منظر کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ قرآن نے دوسری جگہ بیان کر دیا ہے۔ اُس کی روشنی میں اِس جملے کو سمجھا جائے تو گویا مدعا یہ ہے کہ پورا مصر تو سورج دیوتا کے مظہر کی حیثیت سے مجھے اپنا رب مانتا ہے، پھر یہ تم دونوں کس رب العٰلمین کے رسول بن کر آ گئے ہو؟ اِس سے پہلے تو میں نے کسی ایسے پروردگار کا ذکر تم لوگوں سے نہیں سنا جو میری بادشاہی میں مداخلت کرے اور مجھ سے کہے کہ میں بنی اسرائیل کو تمھارے ساتھ جانے دوں۔ زمین و آسمان کا کوئی خالق ہے تو ہوا کرے، اِس سرزمین کے لوگوں کا رب اور معبود تو میں ہی ہوں۔

۱۰۳۔ یعنی سنتے نہیں ہو کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے۔ فرعون کا یہ سوال بتا رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے جواب سے وہ فی الواقع تلملا اٹھا ہے۔

۱۰۴۔ یعنی اُن کا بھی پروردگار جن کی روایات پر بھروسا کر کے تم سورج دیوتا کے اوتار بنے بیٹھے ہو۔ یہ ضرب نہایت شدید تھی۔ چنانچہ ردعمل بھی نہایت شدید ہوا اور فرعون نے وہ بات کہی جو اگلے جملے میں نقل ہوئی ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا
غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ج قَالَ
فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ ج صلے
وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ
عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ لا يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ق صلے فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

مزید یہ کہ) مشرق و مغرب اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے، سب کا پروردگار، اگر تم عقل رکھتے ہو[105]! فرعون (یہ سن کر) چلا اٹھا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمھیں قید کر کے رہوں گا۔ موسیٰ نے پوچھا: کیا اُس صورت میں بھی کہ میں تمھارے پاس ایک واضح نشانی لے کر آیا ہوں؟ فرعون نے کہا: پھر اُسے پیش کرو، اگر تم سچے ہو۔ اِس پر موسیٰ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دی تو یکایک وہ ایک جیتا جاگتا اژدہا تھا[106] اور اُس نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو دیکھنے والوں کے لیے دفعتاً وہ چمکتا ہوا نکلا[107]۔ فرعون نے (یہ دیکھا تو) اپنے گردوپیش کے سرداروں سے کہا: یہ شخص یقیناً ایک ماہر جادوگر ہے۔ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمھارے ملک سے نکال دے[108]۔ سو کیا مشورہ دیتے ہو[109]؟ ۲۳-۳۵

۱۰۵۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم عقل سے کام لو تو اپنی اِس حماقت پر متنبہ ہو سکتے ہو کہ مصر کی فرماں روائی کے بل بوتے پر خدائی کا دعویٰ کر رہے ہو۔ میں جس رب العٰلمین کی بات کر رہا ہوں، وہ مشرق و مغرب اور اُن کے درمیان کی ہر چیز کا پروردگار ہے۔

۱۰۶۔ یعنی ایسا کھلا اژدہا کہ جس میں ذرا کسی شبہے کی گنجایش نہ ہو۔ آیت میں 'ثُعْبَانٌ' کے ساتھ 'مُبِيْنٌ' کی صفت اِسی مفہوم کے لیے لائی گئی ہے۔

۱۰۷۔ اصل الفاظ ہیں: 'بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ'۔ 'نَظْر' کا لفظ عربی زبان میں اصلاً غور و تامل کے ساتھ دیکھنے کے لیے آتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ ہاتھ میں جو چمک ظاہر ہوئی، وہ محض فریب نظر کی نوعیت کی نہ تھی، بلکہ غور و تامل سے دیکھا جائے تو صاف واضح ہو جاتا تھا کہ اُس کی تابانی بالکل اصلی اور حقیقی ہے۔

۱۰۸۔ یعنی کچھ ایسا ویسا جادوگر نہیں ہے، بلکہ بڑا ماہر جادوگر ہے اور لوگوں کو متاثر کر کے اپنے پیچھے لگانے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾ۙ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ
عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ۙ وَّقِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ
مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ۙ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ

اُنھوں نے کہا: اِسے اور اِس کے بھائی کو ابھی ٹالیے[۱۱۰] اور شہروں میں ہر کارے بھیج دیجیے جو سب بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں۔ چنانچہ ایک مقرر دن[۱۱۱] کے طے کیے ہوئے وقت پر جادوگر اکٹھے کر لیے گئے اور لوگوں میں منادی کر دی گئی کہ کیا تم لوگ جمع ہوتے ہو؟ اِس لیے کہ ہم جادوگروں کا ساتھ دیں، اگر وہی غالب رہتے ہیں[۱۱۲]۔ پھر جب جادوگر

کی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے جانے کا مطالبہ اِسی لیے کر رہا ہے کہ اُنھیں منظم کر کے اپنی فوج بنائے اور تم پر حملہ کر کے تمھیں اِس ملک سے نکال دے اور یہاں اپنی حکومت قائم کر لے۔ فرعون نے یہ بات اِس لیے کہی کہ ایک تو موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا اثر مٹانے کی کوشش کی جائے، دوسرے اُنھیں سیاسی خطرہ قرار دے کر اپنے اعیان و اکابر اور اپنی قوم کے لوگوں کو ایسا مشتعل کر دیا جائے کہ وہ اُن کی دعوت کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔ یہاں صرف فرعون کا ذکر ہے۔ دوسری جگہ تصریح ہے کہ اِس میں فرعون کے بعض درباری بھی اُس کے ہم زبان تھے۔ حضرت موسیٰ کی غیر معمولی شخصیت اور بنی اسرائیل کی کثیر تعداد کے پیش نظر یہ بات بالکل قرین قیاس تھی اور لوگ آسانی کے ساتھ اِسے باور کر سکتے تھے۔ تاہم اِس کا بھی امکان ہے کہ فرعون اور اُس کے درباریوں نے فی الواقع یہی سمجھا ہو۔

۱۰۹۔ یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ اب وہ طنطنہ باقی نہیں رہا جو ابتدا میں تھا۔ چنانچہ درباریوں سے مشورہ مانگا جا رہا ہے کہ میری عقل تو کام نہیں کرتی کہ اِس خطرے کا مقابلہ کس طرح کروں، اب تمھی کچھ راے دو۔

۱۱۰۔ اصل میں 'اَرْجِهْ وَاَخَاهُ' کے الفاظ آئے ہیں۔ 'اَرْجِهْ' در حقیقت 'اَرْجِئْهُ' ہے۔ لفظ کو ہلکا کرنے کے لیے اِس طرح کے تصرفات عربی زبان میں عام ہو جاتے ہیں۔

۱۱۱۔ دوسری جگہ تصریح ہے کہ یہ کسی میلے یا قومی تہوار کا دن تھا اور مقابلے کے لیے چاشت کا وقت مقرر کیا گیا تھا تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہو سکیں۔

۱۱۲۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو جمع ہونے کے لیے خوب ابھارا بھی گیا کہ ہمارے ساحر اِس وقت

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا
لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا
بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا
يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ

(میدان میں) آئے تو اُنھوں نے فرعون سے کہا: ہمارے لیے صلہ تو ہوگا، اگر ہم ہی غالب رہے[113]؟ فرعون نے جواب دیا: ہاں، اور اُس وقت تو تم ہمارے مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔ ۳۶-۴۲

(چنانچہ مقابلہ شروع ہوا تو) موسیٰ نے جادو گروں سے کہا: پھینکو جو تمھیں پھینکنا ہے[114]۔ اِس پر اُنھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینک دیں اور بولے: فرعون کے اقبال کی قسم[115]، ہم ہی غالب رہیں گے۔ پھر موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا تو یکایک وہ اُن کے اُس طلسم کو نگلتا چلا جا رہا تھا جو وہ بنا لائے تھے[116]۔ سو (خدا کی اِس نشانی کو دیکھ کر) جادو گر سجدے میں گر پڑے[117]۔ اُنھوں نے (بے اختیار)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قومی وقار کی حفاظت کے لیے میدان میں اتر رہے ہیں، اِس لیے ہر شخص کی خواہش ہونی چاہیے کہ وہ فتح مند ہوں اور اُن کی حوصلہ افزائی کے لیے اِس موقع پر ہر شخص کو موجود بھی ہونا چاہیے۔ اِس کے لیے 'هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ' کا استفہامیہ اسلوب بھی قابل توجہ ہے۔ عربی زبان کے ذوق آشنا محسوس کر سکتے ہیں کہ اِس میں کس طرح کی ترغیب و تشویق ہے۔

۱۱۳۔ قرآن نے یہ جملہ جادو گروں کی اخلاقی پستی اور دناءت کو ظاہر کرنے کے لیے نقل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پیشہ وروں کے عام طریقے کے مطابق اُنھوں نے اِس خوشامدانہ انداز میں انعام کی توقع کا اظہار کیا۔

۱۱۴۔ جادو گر جب اپنے فن کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں تو جوے کے تیروں کی طرح کوئی چیز دیکھنے والوں کے سامنے پھینکتے اور اُس پر اپنا جادو دکھاتے ہیں۔ آیت میں 'اِلْقَاء' یعنی پھینکنے کا لفظ اِسی مناسبت سے آیا ہے۔

۱۱۵۔ اصل میں 'بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ' کے الفاظ ہیں۔ اِن میں 'ب' قسم کے لیے ہے۔ بائیبل میں اِس کے شواہد موجود ہیں کہ مصر کے لوگ دیوتا کی حیثیت سے فرعون کے عزت و اقبال کی قسم کھاتے تھے۔

۱۱۶۔ دوسری جگہ وضاحت ہے کہ جب جادو گروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو وہ بہت سے

مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ﴿۴۸﴾
قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَہٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ ۚ اِنَّہٗ لَکَبِیۡرُکُمُ الَّذِیۡ عَلَّمَکُمُ
السِّحۡرَ ۚ فَلَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ

کہا: ہم جہانوں کے پروردگار پر ایمان لے آئے ہیں، موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر[118]۔ ۴۳-۴۸

فرعون نے کہا: تم نے اُس کو مان لیا، اِس سے پہلے کہ میں تمھیں اجازت دوں! یقیناً وہی تمھارا گرو ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔ سو ابھی جان لوگے کہ اِس کا نتیجہ کیا ہے۔ میں تمھارے

سانپوں کی شکل میں لہراتی اور لپکتی ہوئی نظر آئیں۔ اُن کے جواب میں حضرت موسیٰ نے اپنا عصا پھینک دیا جو سانپ بن کر اُن رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا اور ہر رسی اور لاٹھی کو اُس نے اُسی طرح رسی اور لاٹھی بنا دیا، جس طرح وہ حقیقت میں تھی۔ چنانچہ سارا طلسم نابود ہو گیا۔ اِس کے لیے آیت میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اُن کے ایک دوسرے پہلو کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"... 'مَا یَاۡفِکُوۡنَ' کے اسلوب سے یہ بات نکلتی ہے کہ صرف یہی نہیں ہوا کہ اِس موقع پر ساحروں نے جو کرتب دکھایا، عصاے موسیٰ نے اُس کا بھرم کھول دیا، بلکہ اُس نے اُن کے اب تک کے سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ اِس لیے کہ یہی ہنر کا شاہ کار تھا، جب اِس کا یہ حشر ہوا تو اِس کے معنی یہ ہوئے کہ عصاے موسیٰ نے سحر و ساحری کے سارے طلسم ہی کو باطل کر دیا۔" (تدبر قرآن ۵/ ۵۱۳)

۱۱۷۔ اصل الفاظ ہیں: 'فَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیۡنَ'۔ 'اُلۡقِیَ' مجہول کا صیغہ ہے۔ یہ جادوگروں کے جذبۂ تعظیم و اکرام کی تعبیر کے لیے آیا ہے۔ سحر و ساحری اور اِس طرح کے دوسرے علوم و فنون کو اُن کے ماہرین ہی بہتر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اِن میں اور معجزے میں فرق کے لیے یہ نہایت واضح معیار ہے کہ اِن علوم و فنون کے ماہرین بھی اُس کے سامنے اعتراف عجز پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

۱۱۸۔ فرعون جس رب العٰلمین کا مذاق اڑا رہا تھا، جادوگروں نے اُسی پر اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور وہ بھی اِس تصریح کے ساتھ کہ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ یہ صاف فرعون کی خدائی اور بادشاہی، دونوں کا انکار تھا جسے، ظاہر ہے کہ وہ آسانی کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا
نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ

ہاتھ اور پاؤں بے ترتیب کٹواؤں گا اور تم سب کو سولی چڑھا کر رہوں گا[119]۔ جادو گروں نے جواب دیا: کوئی ڈر نہیں، ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا، اِس لیے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لے آئے ہیں"[120]۔ ۴۹-۵۱

(اِس کے بعد کئی سال گزرے، یہاں تک کہ حجت پوری ہو گئی، تب) ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ میرے بندوں کو لے کر رات میں نکل جاؤ، اِس لیے کہ تمھارا پیچھا کیا جائے گا[121]۔ اِس پر

۱۱۹۔ اوپر جادو گروں کے جس اعتراف حق کا بیان ہے، اُس سے مجمع پر جو اثر پڑا اور فرعون اور اُس کے درباری جس طرح رسوا ہو کر رہ گئے، اُس کی خفت مٹانے اور بگڑتے ہوئے حالات کو سنبھالنے کے لیے یہ اُس نے کائیاں سیاسیوں کی طرح فوراً اُن پر سازش کا الزام رکھ کر سزا سنادی ہے کہ سب تمھاری اور تمھارے گرو موسیٰ کی ملی بھگت ہے۔ اُس نے ڈرا دھمکا کر تمھیں اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور اب تم لوگ ہمارے خلاف بغاوت کرنا چاہتے ہو۔ تم نے یہ سب اِسی لیے کیا ہے کہ کھلے میدان میں اپنے گرو سے شکست مان لوگے تو اُس کی دھاک عام لوگوں پر بیٹھ جائے گی اور ہماری حکومت کے خلاف تمھاری سازش کامیاب ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ تم نے میری اجازت کا انتظار بھی نہیں کیا اور موسیٰ پر ایمان کا اعلان کر دیا ہے۔ اب میں تمھیں وہی سزا دوں گا جو سلطنت کے باغیوں کو دی جاتی ہے۔

۱۲۰۔ آیت میں 'اَنْ' سے پہلے 'ل' عربیت کے اسلوب پر محذوف ہے۔ جادو گروں کے جواب سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سچا ایمان آن کی آن میں انسان کو کس بلندی پر پہنچا دیتا ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، یہ وہی جادو گر ہیں کہ جب مقابلے کے لیے میدان میں اترے تھے تو بڑی لجاجت کے ساتھ فرعون سے اپنی کامیابی کی صورت میں انعام کی درخواست کر رہے تھے یا اب یہ حال ہے کہ ایمان کے نور نے اِن کے دلوں کو ایسا منور کر دیا ہے کہ خدا اور آخرت کے سوا اِس دنیا کی کسی چیز کی اِن کی نگاہوں میں کوئی وقعت باقی نہیں رہی، یہاں تک کہ اپنے ایمان کی حفاظت کی راہ میں اپنی زندگی کو بھی قربان کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں۔

۱۲۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پے در پے تنبیہات کے بعد فرعون نے بنی اسرائیل کو مصر سے جانے کی

فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِیۡنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ ہٰۤؤُلَآءِ لَشِرۡذِمَۃٌ قَلِیۡلُوۡنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّہُمۡ لَنَا لَغَآئِظُوۡنَ ﴿۵۵﴾
وَاِنَّا لَجَمِیۡعٌ حٰذِرُوۡنَ ﴿۵۶﴾
فَاَخۡرَجۡنٰہُمۡ مِّنۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ﴿۵۷﴾ وَّکُنُوۡزٍ وَّمَقَامٍ کَرِیۡمٍ ﴿۵۸﴾ کَذٰلِکَ
وَاَوۡرَثۡنٰہَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۵۹﴾

فرعون نے (فوجیں جمع کرنے کے لیے) شہروں میں ہرکارے دوڑا دیے کہ یہ کچھ مٹھی بھر لوگ ہیں اور کچھ شک نہیں کہ (اپنی حرکتوں سے) یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں اور ہم ایک ایسی جمعیت ہیں جس کا شیوہ ہر وقت چوکنا رہنا ہے، (لہٰذا ہم اِنھیں کسی فساد کا موقع نہیں دیں گے)[۱۲۲]۔ ۵۲-۵۶

اِس طرح فرعونیوں کو ہم (اُن کے) باغوں اور چشموں اور خزانوں سے اور رہنے کی باعزت جگہ سے نکال لائے۔ ہم اِسی طرح کرتے ہیں[۱۲۳] اور ہم نے بنی اسرائیل کو (سرزمین فلسطین میں) اِنھی سب چیزوں کا وارث بنا دیا[۱۲۴]۔ ۵۷-۵۹

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اجازت دے دی تھی، لیکن بعد میں اُس کی راے تبدیل ہو گئی اور اُس نے اُن کے تعاقب کا فیصلہ کر لیا۔ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اِس تبدیلی سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اور اِسی بنا پر ہدایت فرمائی تھی کہ وہ اپنی قوم کو رات میں لے کر نکلیں۔

۱۲۲۔ حضرت موسیٰ کی شخصیت اور اُن کے معجزات سے قبطی پوری طرح مرعوب ہو چکے تھے۔ چنانچہ فوجیں بلاتے وقت فرعون کی طرف سے یہ تمام باتیں اِسی مرعوبیت کو دور کرنے کے لیے کہی گئی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی حیثیت تو کچھ نہیں، مگر جہاں پناہ نہیں چاہتے کہ سلطنت میں کوئی ذرا بھی سر اٹھانے کی جرأت کرے، اِس لیے اِن کی سرکوبی ضروری ہو گئی ہے۔

۱۲۳۔ یعنی ایسے مجرم لوگوں کے ساتھ یہی کرتے ہیں۔ آیت میں 'کَذٰلِکَ' کے بعد 'نفعل بالمجرمین' یا اِس کے ہم معنی الفاظ محذوف ہیں۔ اہل ذوق اندازہ کر سکتے ہیں کہ اِس سے کلام میں کس قدر زور پیدا ہو گیا ہے۔

۱۲۴۔ آیت میں 'اَوۡرَثۡنٰہَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ' کے الفاظ آئے ہیں۔ اِن میں 'ھا' کی ضمیر بالکل اُسی طرح

فَاَتۡبَعُوۡهُمۡ مُّشۡرِقِيۡنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤى اِنَّا لَمُدۡرَكُوۡنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىۡ سَيَهۡدِيۡنِ ﴿۶۲﴾

(یہ اِس طرح ہوا کہ موسیٰ نکلے) تو صبح ہوتے ہی وہ لوگ اُن کے تعاقب میں چل پڑے۔ پھر جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو موسیٰ کے ساتھی چیخ اٹھے کہ ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰ نے کہا: ہر گز نہیں، اِس لیے کہ میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا[۱۲۵]۔ ۶۰-۶۲

آگئی ہے، جس طرح سورۂ مائدہ (۵) کی آیت 'قَدۡ سَاَلَهَا قَوۡمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ' (۱۰۲) میں بنی اسرائیل کے سوالات کے لیے آئی ہے۔ قرآن کے طالب علموں کو متنبہ رہنا چاہیے کہ اُس کی عربی معلیٰ میں ضمیریں اِس طرح بھی آتی ہیں۔

۱۲۵۔ بائیبل کی کتاب خروج میں یہ ماجرا اِس طرح بیان ہوا ہے:

"جب مصر کے بادشاہ کو خبر ملی کہ وہ لوگ چل دیے تو فرعون اور اُس کے خادموں کا دل اُن لوگوں کی طرف سے پھر گیا۔ اور وہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ کیا کیا کہ اسرائیلیوں کو اپنی خدمت سے چھٹی دے کر اُن کو جانے دیا۔ تب اُس نے اپنا رتھ تیار کروایا اور اپنی قوم کے لوگوں کو ساتھ لیا...اور مصری فوج نے فرعون کے سب گھوڑوں اور رتھوں سمیت اُن کا پیچھا کیا...اور جب فرعون نزدیک آگیا، تب بنی اسرائیل نے آنکھ اٹھا کر دیکھا کہ مصری اُن کا پیچھا کیے چلے آتے ہیں اور وہ نہایت خوف زدہ ہوگئے۔ تب بنی اسرائیل نے خداوند سے فریاد کی اور موسیٰ سے کہنے لگے: کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تو ہم کو وہاں سے مرنے کے لیے بیابان میں لے آیا ہے؟ تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا؟ کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں؟ کیونکہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیابان میں مرنے سے بہتر ہوتا۔ تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا: ڈرو مت۔ چپ چاپ کھڑے ہو کر خداوند کی نجات کے کام کو دیکھو جو وہ آج تمھارے لیے کرے گا، کیونکہ جن مصریوں کو تم آج دیکھتے ہو، اُن کو پھر کبھی ابد تک نہ دیکھو گے۔ خداوند تمھاری طرف سے جنگ کرے گا اور تم خاموش رہو گے۔" (۱۴: ۵-۱۴)

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ
كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ ج وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ ج وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ
اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ج ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾

اِس پر ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنا عصا دریا پر مارو۔ اُس نے مارا تو وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ ایسے ہو گیا، جیسے ایک بڑا پہاڑ۔ ہم نے دوسرے گروہ کو بھی (اِسی اثنا میں) اُسی جگہ قریب پہنچا دیا اور موسیٰ کو اور اُن سب لوگوں کو بچا لیا جو اُس کے ساتھ تھے، پھر اُن دوسروں کو ہم نے وہیں غرق کر دیا[126]۔ ۶۳-۶۶

اِس میں، یقیناً بہت بڑی نشانی ہے، لیکن اِن میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں[127]۔ اور تیرا پروردگار، اِس میں کچھ شک نہیں کہ وہ زبردست بھی ہے اور نہایت مہربان بھی[128]۔ ۶۷-۶۸

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۲۶۔ یہ ایک عظیم معجزہ تھا۔ بائیبل کی کتاب خروج میں اِس کی تفصیل ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

”پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور خداوند نے رات بھر تند پوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اُسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دو حصے ہو گیا اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور اُن کے دہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا۔ اور مصریوں نے تعاقب کیا اور فرعون کے سب گھوڑے اور رتھ اور سوار اُن کے پیچھے پیچھے سمندر کے بیچ میں چلے گئے... اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھا تا کہ پانی مصریوں اور اُن کے رتھوں اور سواروں پر پھر بہنے لگے۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور صبح ہوتے ہوتے سمندر پھر اپنی اصلی قوت پر آ گیا اور مصری الٹے بھاگنے لگے اور خداوند نے سمندر کے بیچ ہی میں مصریوں کو تہ و بالا کر دیا۔“ (۱۴: ۲۱-۲۷)

۱۲۷۔ یعنی قریش مکہ جو سورہ کے مخاطبین ہیں۔

۱۲۸۔ یہ وہی آیت ترجیع ہے جس کی وضاحت اوپر حاشیہ ۸۹ میں ہو چکی ہے۔

[باقی]